بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

کیا ہم کبھی خارج کی دُنیا سے الگ اور جسم کے تقاضوں سے بے تعلق ہو کر کبھی اپنے دلوں کی گہرائیوں میں بھی اُترنے کا موقع پاتے ہیں؟ ہمارے گردوپیش کے ہنگامے اتنے بڑھ گئے ہیں اور زندگی کی رواروی اتنی تیز ہو گئی ہے کہ نظر کہیں ٹھہرتی ہی نہیں پاتی۔ ہم بہت سے مشغلے اور دلچسپیاں رکھتے ہیں، صرف اپنے سے ہی دلچسپی ختم ہو گئی ہے، خارج کے احوال سے تعلق اتنا گہرا ہو گیا ہے کہ داخل کا مکان مقفل پڑا رہتا ہے، دوسروں ہی کے ساتھ اتنے جھمیلے ہیں کہ اپنے دل سے کوئی ربط باقی نہیں رہا۔ ساری دُنیا کی اصلاح کا ذمہ ہم لے لیتے ہیں مگر اپنی رُوح ہی کی بگڑی نہیں بنا سکتے۔

کیا آپ کو صحیح صحیح اندازہ ہے کہ ہمارے دل کا کیا عالم ہے؟ اس میں کتنا کوڑا کرکٹ جمع ہے۔ کیسی کیسی شاندار غلاظتوں کے ڈھیر جگہ جگہ لگے ہیں؟ مُردوں کی ہڈیوں اور سڑے ہوئے گوشت جیسی بساند بھری ہے۔ مکڑوں نے جالے تن رکھے ہیں۔ خونخوار چمگادڑوں کی پھڑپھڑاہٹ باطنی فضا میں سُنائی دیتی ہے، ناگ پھنکارتے ہیں۔ اُلوؤں کی مہیب آوازیں گونجتی ہیں۔ طرح طرح کے بُت جگہ جگہ نصب ہیں۔ دیواروں پہ منحوس عریاں تصویریں نقش ہیں۔

اپنے باطن کی اس ناپاک دُنیا کو ہم دلفریب گفتگوؤں اور لچھے دار تقریروں سے چھپاتے ہیں ان کو لطیفوں اور قہقہوں سے ڈھانپتے ہیں۔ ان کو مصنوعی سنجیدگی و وقار کے پردوں سے سجاتے ہیں۔ دولت کے انباروں، عیش کے سامانوں، خوبصورت بنگلوں، لطیف فنی شاہ پاروں، پُربہار سماجی اور ثقافتی تقریبوں میں نگاہوں کو اُلجھا کر آگے بڑھنے سے روک دیتے ہیں۔ دوسروں کی

نگاہوں سے چھپنا چھپانا تو الگ رہا، ہم اپنی ہی نگاہوں کو اپنے دلوں تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ اس کام کے لیے ہمارے پاس فرصت نہیں۔ ہماری مصروفیات بے پناہ اور ہمارے عہدے بڑے اونچے ہیں۔

پھر کیا آپ ایسا محسوس کرتے ہیں؟ اگر آپ کو یہ مبارک احساس ہے تو دل کا مقفل دروازہ کھولیے اور اس کے اندر گرد سے اٹی ہوئی سیڑھیوں سے تاریکی ہی کے عالم میں اُتر جائیے اور اگر کہیں کچھ روشنی ہو تو بہتر ورنہ ہاتھوں پیروں سے ٹٹول کر دیکھیے کہ اس میں کیا کیا کچھ ہے۔ کانوں سے کوئی آواز سنائی دے تو اُسے سُنیے کہ کیا آواز ہے اور کیسی؟ خوش نصیب ہیں وہ جو روزانہ ایک آدھ مرتبہ اپنے ایوانِ دل کا چکر لگا لیتے ہیں۔ پھر وہ بھی بُرے نہیں جو کبھی کبھار کوچۂ دل کی گردش کرتے رہتے ہیں۔ جن کو سرے سے یہ توفیق ہوہی نہیں، ان کو قیامت کے دن خبر ہو گی کہ نجات نہ مال و جاہ پر منحصر ہے، نہ بیوی بچوں اور قرابت داروں پر، مرعوب کُن لباسوں پر، نہ پلے ہوئے آراستہ جسموں پر ــــ وہاں تو معاملہ دوسرا ہے۔

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الشعراء - ۸۹)

نجات اور کامرانی صرف ان کے لیے ہے جو قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوں۔ آج ہمارے سوچنے کا سوال یہ ہے کہ آیا قلبِ سلیم کی دولت ہمارے پاس ہے؟ سلامتی والا دل، حق شناس دل، راست باز دل ہے ہمارے سینوں میں؟

اگر یہ نہیں تو پھر سارے ظاہری ہنگامے اور سرگرمیاں اور بڑے بڑے مناصب اور مشغلے، حسنِ گفتار اور جوشِ اظہار، اختیارِ حکم اور طاعت طلبی، بڑے بڑے اصحاب کی ہم نشینی، بڑے بڑے کاروبار چلانے کی اسکیمیں، راحت کے اسباب سے بھرا ہوا گھر سب کچھ بیکار ہے۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

تو ہم نے یہ کبھی دیکھا ہی نہیں کہ پہلو میں دل زندہ ہے یا نہیں؟ آیا وہاں سل یا سوکھے کا کوئی لاعلاج مریض پڑا ہے یا دل کے بجائے دل کی میت پڑی ہے اور وہ سڑ بگڑ رہی ہے۔

دل کی تباہی چند چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ طرح طرح کی جسمانی خواہشات اس کے گرد محاصرہ کر لیں اور ساری توجہ دولت اور اسباب اور کاروبار کی طرف منعطف ہو جائے۔ اس طرح دل کے گرد کئی غول چڑھ جاتے ہیں جو اسے بھینچ کر اور اپنے پنجے میں جکڑ کر آہستہ آہستہ مرگِ دل کا سامان کرتے ہیں۔ یہی معنی ہیں اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ اور دوسرے ارشاداتِ قرآنی کے، اور یہی مفہوم ہے ان احادیثِ رسالت کا جن کا مغز یہ ہے کہ کفاف کی گذران بہترین معیشت ہے، اس سے آگے بڑھ کر جب دولت کی ریل پیل سے سابقہ پڑے گا تو حال یہ ہوگا کہ ع

مسکیں دلکم ماندہ دریں کش مکش اندر

اِس دل پر آپ سونے چاندی کے انبار لاد دیں، اس پر بھاری عمارت کا بوجھ کھڑا کر دیں۔ اس پر نئے نئے اسبابِ تعیش کا بوجھ ٹھونس دیں۔ اس پر مفاد کے جھگڑوں کے ریل چلا دیں۔ اور پھر یہ سمجھیں کہ یہ ہستیٔ نازک محفوظ رہ جائے گی، یہ ایک بڑی خود فریبی ہے۔ دل پر بوجھ کم کیجیے — خواہشوں اور لذتوں کا بوجھ، کثرتِ اسباب و وسائل کا بوجھ، جھگڑوں اور جھمیلوں کا بوجھ، خیانت اور ربیش دستی کا بوجھ۔

دل کی زیادہ شامت انسانی معاملات و تعلقات کے دائرے میں آتی ہے۔ کسی کی طرف سے ذرا سی غلطی ہوگئی اور آپ کے اندر کینے کی میخ گڑ گئی۔ کسی سے کوئی نقصان پہنچا یا کوئی شخص آپ کے مفاد کا آلۂ کار نہ بنا تو اس سے نفرت ہوگئی۔ کسی کے متعلق آپ کی یہ سوچ کہ یہ شخص اپنی نیکی یا ذہانت یا اپنی بے نیازی مفاد کی وجہ سے میرے منصوبوں کی راہ میں رکاوٹ ہے لہٰذا اس سے نفرت ہوگئی۔ کسی نے حق بات کہہ دی تو آپ کو غصہ آگیا۔ اور پھر وہ ایک مستقل غل بن گیا۔ کسی کو آپ نے یہ دیکھا کہ کسی خاص مقام کو پانے میں فلاں کا وجود حائل ہے۔ تو اب آپ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ کسی نہ کسی طرح اس رکاوٹ کو دُور کرنا ہے اور اسے دُور کرنے کے لیے آپ نے اس کے خلاف کیس تیار کرنا شروع کر دیا، نیز کسی دوسرے کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ کسی نے اختلاف کیا تو آپ نے محسوس کیا کہ توہین ہوگئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے دل میں اس کے لیے ایک مستقل تحقیر بیٹھ گئی۔ کسی نے تنقید کا کوئی کلمہ کہہ دیا تو آپ کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس نے ع

اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے

پھر اس کے ردِ عمل میں شدید جھنجھلاہٹ، تندیٔ گفتار اور اُسے یہ محسوس کرانا کہ ہماری نگاہ میں نہ تمہاری وقعت ہے، نہ تمہارے نقطۂ نظر کی کوئی وقعت۔ تم ایک جاہل کندۂ ناتراش اور مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہمارے سامنے بہت پست مقام پر ہو۔

کسی کے خلاف غیبت، کسی کے خلاف جتھہ بندی، کسی کے خلاف منصوبہ بندی، کسی کے خلاف نفسانیت کے وار، مگر ان کا پیرایہ اصولی۔

اور ایک مصیبت کبر کی۔ کبرِ علم اور کبرِ منصب اور کبرِ پارسائی اور کبرِ ذہانت، کبرِ قوت، کبرِ دولت، کبرِ زیرکی و چالاکی —— اور پھر کبر کے منارے پر کھڑے ہو کر دوسروں کو دیکھتے ہوئے یہ محسوس کرنا کہ سب بونے ہیں، چیونٹیاں رینگ رہی ہیں۔ کوئی ہمسر نہیں، کوئی بھائی اور دوست نہیں۔

کوئی دیہاتی ہے تو اس کا وجود دیوِ کبر کے لیے بہترین غذا فراہم کرتا ہے، کوئی غریب ہے تو اس کی غریبی ہمارے غبارۂ نفس پرستی کو پھلا دیتی ہے، کوئی اَن پڑھ ہے تو ہم خیال کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ بیچارہ تو محض ایک بھیڑ بکری ہے۔

تہذیب کی سلامتی ایمان باللہ اور خوفِ خدا سے ہے، مگر جب ساری توجہات معیارِ زندگی بنانے پر صرف ہو رہی ہوں اور ساری مساعی نت نئے کاروبار کی راہیں نکالنے میں کھپ جائیں، دماغ کی کاوشیں مختلف اسباب —— قالین، صوفے، ٹیلی وژن، وی سی آر، کپڑے دھونے کی مشین، اے سی، جمع کرنے کے لیے وقف ہو جائیں اور جب خوب خرچیلی اور ٹھاٹھ باٹھ کی تقریبیں ہونے لگیں تو بیچارے دل کا زندگی میں کیا مقام رہا۔ ستم یہ کہ یہ سارے کھیل دوسرے کھیلیں تو دنیا پرستی، اور ہم آپ کھیلیں تو عین خدا پرستی اور خدمتِ دین۔ ہر غلط چیز پر خدا پرستی اور تقویٰ کا لبادہ رنگین موجود!

جس دل کو یہ آفات درپیش ہوں کہ اس سے کد، اس سے کد، کسی سے کینہ، کسی سے کٹی،

کسی سے کھینچا تانی، کسی کے لیے نفرت و تحقیر، کسی کی کمزوری غذائے غرور، کسی کے خلاف غیبت، کسی کے خلاف بدگوئی اور محاذ آرائی، کسی سے ترک سلام، کسی سے رنج ہوا تو معاف کرنا حرام اور کسی نے معافی چاہی تو عفو دہی کا دروازہ بند، معافی دی بھی تو لفظوں میں دی مگر اخلاص سے نہیں۔ کسی سے سرمایہ حاصل کرنے کی خواہش، کسی کے ہاں سرمایہ لگانے کی بے چینی، کسی کی حصہ داری سے شکایت، کسی قرابت دار سے قطع رحمی، کسی ضرورت مند کے لیے ایثار ناپید، اجتماعی املاک کو ذاتی اغراض سے استعمال کرنا، ـــــ غرضیکہ دل پہ ہر طرف سیاہ نقطے مسلسل لگ رہے ہیں اور پھیل رہے ہیں، اور وہ سیاہی کے غلاف میں اس طرح لپٹتا جا رہا ہے کہ وہ جو دنیا بھر میں شمعیں جلاتے پھرتے ہیں ان کے اندر کا چراغ کشتہ ہو کے رہ جاتا ہے۔

جب اپنے باطن کا اصل عالم یہ ہو تو چہرے خوب تاباں ہوئے تو کیا!

ع چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

اندر پیپ اور کچ لہو بھرا پڑا ہو تو اس سے کیا فائدہ کہ ماتھے پر بناوٹی طور سے گلاب کے پھول کھل رہے ہوں۔ اندر زخم اور گھاؤ ہوں تو باہر دنیا جہان کی مسیحائی کرنے کی جھنک کس لیے؟ اندر ماتمی فضا ہو تو کیا حاصل ہے کہ باہر مسکراہٹوں کے پردے آویزاں ہوں، اندر کڑواہٹ بھری ہے تو کیا افادیت کہ باہر لب گفتار سے شہد ٹپک رہا ہو۔ اندر پستیاں ہوں تو باہر بلند مسندوں پر بیٹھنے سے حقیقی بلندی کیسے پیدا ہو جائے گی؟

جن لوگوں کو خدا سے بات بنانی ہو تو وہ سب سے پہلے دل کی خبر لیں؟ دل درست ہے تو ساری زندگی درست ہو گی اور دل فساد زدہ ہے تو ساری زندگی بگڑ جائے گی۔ دل زندہ ہے تو سب کچھ سلامت، دل مر گیا تو سب کچھ بھسم۔

گھٹیا جذبات کی گندگیوں کے بھرے ہوئے دلوں کو لے کر جب ہم آخرت میں پیش ہوں گے تو اس وقت معلوم ہو گا کہ قلب سلیم یا اخلاص نیت کے بغیر شاندار سے شاندار فردِ عمل بے کار ہے۔ ریا کے کاموں کی کوئی قدر وہاں نہیں ہے۔ شہرت طلبی کے لیے کی گئی عبادات و خدمات کو ذرہ بھر وزن حاصل نہیں ہے۔ معاملاتِ انسانی اور تعلقاتِ انسانی کو خراب کرنے والوں کو نہ تقریریں بچا سکیں گی نہ تسبیحیں

عہدے اور مجلسیں اور بیان اور قرار دادیں اور پالیسیاں اور دورے اور استقبال اور پھولوں کے ہار اور دعوتیں اور استقبالیے امراضِ دل کا علاج نہیں ہیں۔

امراضِ دل کا علاج صرف یہ ہے کہ آدمی حالتِ دل کا جائزہ لے اور جو جو روگ لگ گئے ہوں یا جن جن جراثیم کا حملہ ہوا ان کو اچھی طرح سمجھے۔ اسے اندازہ ہونا چاہیے کہ وہ کس پستی اور کس گندگی اور کس تاریکی اور کس ذلت سے دوچار ہے۔ وہ دیکھے کہ کن خواہشات نے خانۂ دل پر قابو پا رکھا ہے۔ کون سے ارذل جذبات اس میں گندگی پھیلا رہے ہیں۔ کن کن انسانوں اور دوستوں اور رفیقوں کے لیے اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے۔ کن کن لازمی رشتوں اور رابطوں کو کاٹنے والی قینچیاں اس کے سینے میں نصب ہیں۔ کہاں کہاں اس نے بے جا فاصلے بڑھا رکھے ہیں اور کدھر کدھر ناروا قرابتیں پیدا کر رکھی ہیں۔ کن دھڑے بندیوں میں وہ مبتلا ہے۔ کیسی کیسی محبتوں کو اس نے دور دھکیل رکھا ہے۔ کن کن خیرخواہ محبوں کو اس نے دشمنی کے مقام پر جا کھڑا کیا ہے۔ کن دوستوں کو اپنے سینے سے چمٹانے کے بجائے اس نے اپنے آپ سے دہلا رکھا ہے۔

اس طرح کے سوالات کو سامنے رکھ کر جب دل کا احتساب کیا جائے تو پھر حقائق سامنے آجاتے ہیں اور اپنی اصلاح کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

ماہ رمضان ماہ احتساب بھی ہے۔

اس مہینے میں جب کہ غولِ شیطانی کی یورش کم ہو جاتی ہے، ہمارے لیے آسان ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے دل کی دنیا تک رسائی حاصل کریں۔ سحری کے وقت، خلوئے معدہ کے وقت، افطاری کے وقت اور تراویح کے وقت اپنا احتساب کرنا زیادہ موثر ہو جاتا ہے۔

اس زمانے میں آدمی کو اپنے خلاف آپ ناقد اور محاسب بن جانا چاہیے۔ ان تمام زہریلے کانٹوں کو دل سے چن چن کر نکالنا چاہیے جو اسے جبار و متکبر اور یئوس و قنوط بنا دیتے بناتے ہیں۔ "اس مقدس مکان میں سے ہر ناپاک چیز کو نکال کر باہر پھینک دیجیے"۔ اس میں جھاڑو دیجیے، چھڑکاؤ کیجیے اور آنسوؤں کے چراغ جلائیے۔

مومن کا دل ایمان والا دل ہونا چاہیے جو عبدیت کے احساس سے مالا مال ہو اور خدا

کی عبادت کے اخلاص مندانہ جذبے کے ساتھ مخلوقِ خدا کی ہر بہترین خدمت انجام دینے کے لیے تیار ہو۔

اِس کام میں جہاں روزہ اور نماز سے مدد ملتی ہے وہاں قرآن کو شوق و رغبت کے ساتھ سمجھ کر پڑھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اذکارِ مسنونہ کی کثرت بڑی مفید ہے۔ صدقہ و انفاق باعثِ برکت ہے۔ صدقہ کی یہ شکل خاص اہمیت رکھتی ہے کہ اپنے سے کمزور انسانوں تک آدمی چل کر جائے۔ ان کے احوال میں دلچسپی لے اور ان کے مصائب کے بوجھ کو ہلکا کرنے میں مدد دے۔ جس کسی کو دنیا والوں نے پستی میں ڈالا ہو اسے گلے سے لگا کر اُٹھا کھڑا کرے اور احساس دلائے کہ تم اونچے ہو اور ہر بلندی کو حاصل کر سکتے ہو۔

جو بھی گروہ بندیاں خالص حق کی بنیاد پر قائم نہ ہوں ان سے نجات حاصل کرے اور حق کی بنیاد پر قائم ہونے والی کسی بھی جماعت میں نہ گروپس پیدا کرے اور نہ ان میں شریک ہو۔ یہ منصوبے آدمی کو چھوڑ دینے چاہییں کہ فلاں کو پیچھے دھکیلنا ہے اور فلاں کو آگے پہنچانا ہے اور فلاں اگر میری اسکیموں میں رکاوٹ بنے تو اس کا پتہ کاٹنا ہے۔ ایسے تمام فیصلے اللہ پر چھوڑ دے اور اپنے کام سے کام رکھے۔

جب آدمی اپنے آپ کو اس مقام پر پلٹے کہ ذاتی وجوہ سے اسے نہ کسی کے خلاف نفرت و بیزاری ہو، نہ کسی کے خلاف کینہ و انتقام کا رجحان، نہ کسی کی بے جا حمایت اور نہ بے جا مخالفت کا جذبہ، نہ ناجائز طور پر حصولِ مفاد کی کوئی فکر، نہ دوسروں کے مقابلے میں کسی طرح کا احساسِ کبر و رعونت، نہ جتھا بندیاں بنانے کی عادت اور نہ ان میں شریک ہونے کا شوق، نہ اقامتِ دین اور حصولِ رضائے الٰہی کے علاوہ کسی اور مقصد پر توجہ۔ تب یہ امکان ہے کہ آدمی کا قلب قلبِ سلیم بن سکے اور آخرت میں ذریعۂ نجات و نجاح ہو۔